چھبیسواں فقہی سمینار

منعقدہ: ۵-۷/جمادی الثانی ۱۴۳۸ھ مطابق ۴-۶/مارچ ۲۰۱۷ء، اجین، مدھیہ پردیش

- ☆ سرکاری اسکیموں سے استفادہ کا حکم
- ☆ زمینوں کی خرید وفروخت سے متعلق مسائل
- ☆ سونے چاندی کی تجارت سے متعلق بعض مسائل
- ☆ فضائی آلودگی کا مسئلہ
- ☆ صوتی آلودگی کا مسئلہ

سوالنامہ:

سرکاری اسکیموں سے استفادہ

ہماری حکومت عوام کی معاشی ومعاشرتی ضرورتوں کی کفالت، تعلیمی ترقی ،صنعتوں کے فروغ اور اقتصادی اعتبار سے محروم و پسماندہ شہریوں کو اونچا اٹھانے نیز ملک کی معیشت کی مضبوطی وترقی کے لئے مختلف شکلوں میں رقوم دیتی ہے، جس سے چھوٹے بڑے پیمانے پر بہت سے کام انجام دیئے جاتے ہیں، اور معاشی وتعلیمی ضرورتیں پوری کی جاتی ہیں، نیز صحت وعلاج ، رہائش اور زراعت وغیرہ میں عوام کو ان سے فائدہ پہنچتا ہے، اس طرح کی بعض اسکیمیں ملک کے تمام طبقات کے لئے اور بعض مسلمانوں بشمول مخصوص طبقات کے لئے ہوتی ہیں، نیز یہ بات ظاہر ہے کہ ملک کے خزانہ پر جس طرح دوسرے لوگوں کا حق ہے، اسی طرح مسلمانوں کا بھی حق ہے اور وہ بھی براہ راست یا بالواسطہ ٹیکس ادا کرتے ہیں؛ اس لئے حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ مسلمانوں کو ایسی فلاحی اسکیموں سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیں؛ لیکن چونکہ ہمارا ملک ایک سیکولر ملک ہے؛ اس لئے بہت سی اسکیموں میں اس بات کا لحاظ نہیں کیا جاتا کہ وہ شرعی طور پر قباحتوں سے پاک ہوں۔

ان اسکیموں میں عوام کو جو رقوم فراہم کی جاتی ہیں، وہ بنیادی طور پر دو طرح کی ہوتی ہیں: امداد واعانت اور قرض۔- امدادی رقوم زیادہ تر اسکالرشپ وغیرہ کی شکل میں دی جاتی ہیں، ان کے کسی حصہ کی واپسی نہیں ہوتی، رہا قرض تو قرضے بنیادی طور پر دو قسم کے ہوتے ہیں: ایک وہ قرض جس کا ایک حصہ معاف کر دیا جاتا ہے، جس کو سبسڈی کا عنوان دیا جاتا ہے، دوسرے وہ قرضے جو پورے واپس ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ مزید کچھ ادا کرنا پڑتا ہے، کبھی اس زائد رقم کی شرح سود کی مروج شرح کے مطابق ہوتی ہے اور کبھی بہت معمولی ہوتی ہے، اس قسم کے قرضوں سے مسلمانوں کے لئے استفادہ کا کیا حکم ہے؟- اس بابت چند سوالات پیش خدمت ہیں:

۱- وہ قرضے جن کا ایک حصہ معاف کر دیا جاتا ہے اور لی ہوئی رقم سے کم واپس کرنا پڑتا ہے، ایسے قرضوں کا کیا حکم ہے؟

۲- معافی والے قرضوں میں بعض صورتوں میں یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک مقررہ مدت کے اندر واپس کرنے پر معافی ہوتی ہے، ورنہ پوری رقم ادا کرنی پڑتی ہے، اس صورت کا کیا حکم ہے جبکہ لی ہوئی رقم سے زائد واپس نہ کرنا پڑے؟

۳- اگر مقررہ مدت کے بعد قرض ادا کرنے پر کل رقم کی واپسی کے ساتھ زائد رقم بھی ادا کرنی پڑے تو اس صورت کا کیا حکم ہوگا؟

۴- غیر معافی والے قرضے یا معافی والے قرضوں میں اصل سے زائد رقم کا مطالبہ ہو؛ لیکن اس کی شرح بہت کم ہو، جس کو سروس چارج کہا جاتا ہو، یا اپنی مقدار کے اعتبار سے وہ سروس چارج کہلا سکتا ہو تو ایسے قرضے اور ان پر ادا کی جانے والی زائد رقم کا کیا حکم ہوگا؟ یہ سود کے دائرہ میں آئے گا یا انتظامی خرچ شمار کرتے ہوئے اس میں وسعت وگنجائش ہوگی؟

۵- اگر سرکار کی طرف سے دیئے جانے والے قرض پر لی جانے والی زائد رقم کا اوسط معمولی نہ ہو کہ جس کو انتظامی خرچ

پر محمول کیا جاسکے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

واضح رہے کہ یہ قرضے مختلف قسم کے جانوروں کو پالنے، مکان کی تعمیر، کاشتکاری وباغبانی کی ضروریات اور دیگر کاروبار کے لئے بھی ہوتے ہیں تو کیا ضرورت کو دیکھتے ہوئے حکم میں کچھ فرق کیا جاسکتا ہے؟

۶- ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض ضروریات کے لئے گورنمنٹ کی طرف سے مکمل امداد کے طور پر رقم ملا کرتی ہے، مثلا مکان بنانے، بیت الخلاء کی تعمیر وغیرہ، نیز تعلیمی ضروریات کے لئے، تو ایسی رقوم کو حاصل کرنے اور استعمال کرنے کا کیا حکم ہے؟ جبکہ ان رقوم میں سے کسی حصے کی واپسی نہیں ہوتی اور حکومت کی طرف سے اپنے شہریوں کی اعانت ہوتی ہے۔

۷- گورنمنٹ کی طرف سے ملنے والی امدادی رقوم- جس قسم کی بھی ہوں- ان کے حصول کے لئے کافی جدوجہد کرنی ہوتی ہے اور خرچ بھی ہوتا ہے، کچھ لوگ اس میں واسطہ بنتے ہیں، واسطہ بننے والوں کے لئے ان کو مطلوبہ محنتانہ دینے اور لینے کا کیا حکم ہوگا؟

۸- بعض مرتبہ واسطہ بننے والے لوگ حاصل شدہ رقم کا ایک حصہ لے لیا کرتے ہیں، یا دینے اور لینے کا معاملہ کرتے ہیں تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

۹- اس قسم کی امدادی رقوم اور قرضوں کے حصول کے لئے اگر رشوت دینی پڑے تو رشوت دینے کا کیا حکم ہوگا؟ لینا تو ظاہر ہے کہ درست نہیں ہے۔

۱۰- امدادی رقوم یا قرض حاصل کرنے کے لئے کچھ شرائط ومعیارات متعین ہیں، اس سلسلہ میں غلط بیانی سے کام لینا اور غلط طریقہ پر امداد یا قرض سے فائدہ اٹھانے کا کیا حکم ہے؟

۱۱- بعض اسکیموں میں تعلیم یا کسی اور مقصد کے لئے حکومت بنک سے قرض دلاتی ہے اور اس پر جو انٹرسٹ عائد ہوتا ہے، وہ خود مقروض کو ادا کرنا نہیں ہوتا ہے؛ بلکہ اس کی طرف سے حکومت ادا کرتی ہے، یا اس کا بڑا حصہ حکومت ادا کرتی ہے اور بہت تھوڑا سا حصہ خود مقروض کو ادا کرنا ہوتا ہے، کیا ایسی اسکیم سے استفادہ کیا جاسکتا ہے؟

۱۲- بعض ایسی اسکیمیں بھی ہیں، جن میں حکومت نے ایک محفوظ فنڈ قائم کر دیا ہے، جس کو بینک میں ڈپازٹ کر دیا گیا ہے اور اس کے انٹرسٹ سے جو رقم حاصل ہوتی ہے، اس سے تعلیمی ورفاہی اداروں اور افراد واشخاص کا تعاون کیا جاتا ہے، گویا حکومت یا حکومت کا ادارہ انٹرسٹ وصول کرتا ہے، اس کا مالک ہوتا ہے اور پھر وہ اسکیم سے استفادہ کرنے والے حضرات کی مدد کرتا ہے تو کیا صورت درست ہوگی؟

☆☆☆

سوالنامہ:

زمین کی خرید وفروخت سے متعلق چند مسائل

اللہ تعالی نے انسان کی ضروریات کی تکمیل کے لئے جو چیزیں پیدا کی ہیں، ان میں سب سے اہم زمین ہے، زمین ہی انسان کا مسکن بھی ہے اور اس کا مدفن بھی، وہی درختوں اور پودوں کے واسطہ سے رزق کی فراہمی کا ذریعہ ہے، جو جانور انسان کی غذا اور سواری وغیرہ کے کام آتے ہیں، ان کو بھی زمین ہی سے چارہ فراہم ہوتا ہے، اور ہماری سب سے بڑی ضرورت جس سے ہم دومنٹ بھی بے نیاز نہیں رہ سکے، یعنی: آکسیجن، زمین ہی میں پیدا ہونے والے درخت ان کے حصول کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ دنیا میں کچھ تو وہ آلودگی ہے، جو خود قدرت کی طرف سے ہے، اور آلودگی کا ایک بہت بڑا حصہ وہ ہے، جو قدرتی وسائل کے استعمال میں انسان کی بے احتیاطی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے، ان آلودگیوں کو تحلیل کرنے کے دو بڑے قدرتی ذرائع ہیں، ایک: سمندر، دوسرے: زمین، اسی لئے زمین انسان کی بہت محبوب شئی رہی ہے، دنیا میں اکثر جنگیں زمین ہی کے لئے ہوتی رہی ہیں؛ بلکہ خاندانی جنگیں بھی زیادہ تر زمین ہی کی وجہ سے جنم لیتی ہیں۔ تجارتی نقطۂ نظر سے بھی زمین کی بڑی اہمیت ہے، اور آج کل بڑے اور چھوٹے شہروں میں بڑے بڑے تاجروں نے زمین اور فلیٹس کی تجارت کو اپنا ذریعۂ معاش بنایا ہے، جہاں اس سے تاجروں کو معاشی فائدہ پہنچتا ہے، وہیں خریدار کو رہنے کی جگہ مل جاتی ہے اور بعض تاجر غریبوں کے لئے لائق خرید بنانے کی غرض سے اقساط کی سہولت فراہم کردیتے ہیں، اس طرح متوسط اور کم آمدنی کے حامل لوگوں کو بھی شہروں میں مکان حاصل ہوجاتا ہے۔ تجارت کے اس شعبہ میں تاجروں اور گاہکوں کو بہت سے شرعی مسائل بھی پیش آتے ہیں، ان ہی مسائل سے متعلق درج ذیل سوالات آپ کی خدمت میں پیش ہیں:

۱- بعض لینڈ گرابرس، سیاسی لیڈران یا غنڈہ عناصر سرکاری اراضی پر قابض ہوجاتے ہیں اور انہیں فروخت کرتے ہیں، رشوت کے ذریعہ سرکاری عہدہ داروں سے وہ لے آوٹ بھی منظور کروالیتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ بڑے شہروں میں بہت ساری زمینیں اسی طور پر فروخت ہوتی ہیں، پھر خریدار اسے دوسرے خریدار سے بیچ دیتا ہے، اسی طرح کچھ لوگ اس پر مکان تعمیر کرتے جاتے ہیں اور کچھ اسے آگے فروخت کرتے جاتے ہیں، ایسی زمینوں کا کیا براہ راست قابضین سے خریدنا یا ان سے خریدے ہوئے لوگوں سے خریدنا جائز ہوگا؟

۲- ایک افسوس ناک حقیقت یہ بھی ہے کہ بعض دفعہ خود مسلمان اوقاف کی زمین غصب کرلیتے ہیں، کبھی تو یہ زمین اتنی دور افتادہ ہوتی ہے کہ مقصد وقف کو اس سے کوئی نفع نہیں پہنچ پاتا ہے، بعض اوقات غیر مسلم حضرات کے قابض ہوجانے کا اندیشہ ہوتا ہے، یا وہ اس کے کچھ حصے پر قابض ہوچکے ہوتے ہیں، اور بعض دفعہ ایسی زمین بھی ہوتی ہے کہ جس کی واقعی مسجد ومدرسہ وغیرہ کو ضرورت ہوتی ہے؛ لیکن صرف اللہ سے بے خوفی اور مال کی حرص ولالچ کی وجہ سے ان پر ناجائز قبضہ ہوجاتا ہے۔ اوقاف کی ان مختلف قسم کی مغصوبہ زمینوں کو خریدنے کا کیا حکم ہے؟

۳- بعض زمین موروثی طور پر ملتی ہیں، لیکن جن لوگوں کو زمین حاصل ہوتی ہے، ان کے والد یا دادا کے وقت میں وراثت کی شرعی طور پر تقسیم نہیں ہوئی تھی، جیسے والد نے پھوپھیوں کو حصہ نہیں دیا تھا، یا دادا نے اپنی بہنوں کو حصہ نہیں دیا تھا، اب بیٹوں یا پوتوں سے ان

کی ایسی موروثی زمین کا خرید کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

۴- ایک شخص کی آمدنی حرام تھی، اور اس حرام آمدنی کے ذریعہ اس نے ڈھیر ساری زمین حاصل کی، اور اب وہ اس زمین کو فروخت کرتا ہے، تو جو لوگ ان حالات سے واقف ہیں، کیا ان کے لئے اس زمین کو خرید کرنا درست ہوگا؟

۵- حکومت کے قانون کے مطابق جو لے آوٹ منظور ہوتا ہے، اس میں سڑکوں کی چوڑائی کا رقبہ طے شدہ ہوتا ہے، پلے گراؤنڈ بھی چھوڑنا ہوتا ہے، اگر خالص مسلمانوں کی کالونی ہو تو کالونی بنانے والا ترغیب کے لئے مسجد کی جگہ بھی مقرر کرتا ہے؛ لیکن جب کالونی میں پلاٹنگ شروع ہوجاتی ہے تو راستوں کو چھوٹا کردیتے ہیں، اور پلاٹ میں شامل کرتے ہوئے اس کی بھی قیمت وصول کرتے ہیں، پلے گراؤنڈ اور سوئمنگ پول کی جگہ بھی بیچ دیتے ہیں، یہاں تک کہ مسجد کی مقررہ جگہ بھی فروخت کردیتے ہیں، کیا بیچنے والے شخص کے لئے اس کے بنائے ہوئے نقشے میں تبدیلی کرتے ہوئے عوامی مفادات سے وابستہ زمینوں کو فروخت کردینا اور دوسرے لوگوں کا جانتے بوجھتے اس کو خرید کرنا جائز ہوگا؟

۶- قانون کے لحاظ سے کالونی میں گارڈن اور پلے گراؤنڈ رکھنا ضروری ہے، حکومت لے آوٹ منظور کرنے کے لئے نقشہ میں ان چیزوں کو رکھواتی ہے اور جگہ مخصوص کرواتی ہے؛ لیکن زمین بیچنے والا مسلمانوں کو لبھانے کے لئے گارڈن کی بجائے مسجد کے لئے جگہ دے دیتا ہے، اور جو زمین قانون اور حکومت سے معاہدہ کے مطابق گارڈن کی تھی، اسی جگہ مسجد بنادی جاتی ہے، کیا ان کا اس زمین پر مسجد بنانا درست ہوگا اور وہ مسجد شرعی تصور کی جائے گی؟

۷- آج کل کسی زمین کو کالونی کی حیثیت سے منظور کرانے میں کئی مرحلے درپیش ہوتے ہیں، پہلے زمین کو غیر زراعتی (نان اگریکلچر) اراضی میں تبدیل کرانا ہوتا ہے، اس کے لئے کوشش بھی کرنی ہوتی ہے اور اخراجات بھی ہوتے ہیں۔ پھر قانون کے مطابق اس کا ڈیولپمنٹ کراتا ہے، جس میں ڈرینج لائن، سڑکیں، بجلی کے کھمبے شامل ہیں، اس میں بھی کافی اخراجات ہوتے ہیں، پھر زمین کے خریدنے پر بھی ٹیکس ادا کرنا ہوتا ہے، پلاٹس بنانے کے بعد ان کی جو قیمت طے ہو، اس پر بھی ٹیکس دینا ہوتا ہے، پھر جو پلاٹ خریدے گا، اس کو بھی ٹیکس ادا کرنا ہوگا، جو تقریباً بارہ پندرہ فیصد ہوتا ہے، یہ تو ٹیکسز ہیں، پھر ان تمام مراحل میں عہدہ داروں کو رشوت دینی ہوتی ہے، اور اگر کسی شخص کی طرف سے اعتراض کی درخواست دائر ہوگئی تو معاملہ اور زیادہ پیچیدہ ہوجاتا ہے۔ ان تمام مرحلوں سے گزرنے کے بعد زمین بہت مہنگی ہوجاتی ہے؛ اس لئے عموماً لوگ گورنمنٹ سے منظور کرائے بغیر پولیس اور متعلقہ محکمہ کو رشوت دے کر کالونی بنالیتے ہیں، اور جب اچھی خاصی آبادی ہوجاتی ہے، تو یا تو عوامی غیظ وغضب اور نقض امن کا خیال کرتے ہوئے حکومت خاموش رہتی ہے اور مقامی سیاسی لیڈروں کی کوششوں سے روڈ، بجلی وغیرہ کی سہولتیں فراہم ہوجاتی ہیں، یا خود حکومت بعد میں غیر قانونی کالونی اور مکانات کو قانونی بنانے کا موقع فراہم کرتی ہے، اور کچھ پیسے لے کر اس کو قانونی طور پر منظور کالونی کی حیثیت دے دیتی ہے، شہروں میں جو اکثر غریب آبادیاں بسائی گئی ہیں، وہ اسی طور پر بسائی گئی ہیں، تو کیا اس طرح قانونی تقاضوں کی تکمیل کئے بغیر کالونیاں بنانا اور پلاٹ فروخت کرنا جائز ہوگا؟ اس کی نوبت اس لئے آتی ہے کہ اگر ان تمام مراحل کو قانون کے مطابق انجام دیا جائے تو زمین کی قیمت اتنی زیادہ ہوجائے گی کہ غریبوں کے لئے پلاٹ کی خریداری دشوار ہوجائے گی۔

۸- مختلف مراحل سے گزرنے کے بعد زمین کے خریدنے کی بنیادی طور پر دو صورتیں ہیں؛ ایک یہ کہ وہ وہائٹ منی دے، اور یہ ظاہر ہے کہ اتنی بڑی مقدار میں وہائٹ منی دکھانا بہت دشوار ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ بینک سے کروڑوں روپیہ کا لون لے، تاکہ

گورنمنٹ کی پکڑ سے محفوظ رہ سکے، کیا پیسے ہونے کے باوجود قانونی دشواری سے بچنے کے لئے اس طرح لون لیا جا سکتا ہے؟ اگر ایسا نہ ہو تو مسلمانوں کے لئے اس کاروبار میں رہنا دشوار ہوجائے گا، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ شہر میں بسنے والے مسلمانوں کی اکثریت غریب اور پسماندہ ہے، وہ آسان قسطوں پر پلاٹ حاصل کر کے مکان کے مالک بن جاتے ہیں، اور مسلمان تاجر اگر اس کاروبار سے نکل جائیں، تو انہیں بہت دشواری ہوجائے گی۔

۹- کالونی میں جو قطعہ زمین بیچا جاتا ہے، وہ نقشہ پر تو درج ہوتا ہے اور زمین کے ہر ٹکڑے کا ایک نمبر ہوتا ہے، لیکن زمین پر پلاٹس بنائے نہیں جاتے اور کالونی بسانے والے کے لئے اس بات کی بھی گنجائش ہوتی ہے کہ وہ اس جگہ کو تبدیل کردے یا نقشہ میں جس پلاٹ کا جو نمبر بتایا گیا ہے، اس کو کسی اور جگہ ڈال دے، کیا اس طرح صرف پلاٹ نمبر کی تعیین سے مبیع متعین ہوجائے گی اور خرید و فروخت کا یہ عمل درست ہوگا؟

۱۰- اس صورت میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ زمین کے جو حصے بیچے گئے ہیں، اس پر بیچنے والا کاشت بھی کرتا رہتا ہے، تو کیا اس کے باوجود خریدار اس کا مالک ہوجائے گا؟

۱۱- جس شخص نے پلاٹ خریدا ہے تو اس سے پہلے کہ اس کا پلاٹ متعین ہو صرف کاغذی نقشہ کی بنیاد پر وہ اپنی زمین کسی اور سے فروخت کر دیتا ہے، کیا یہ بیع درست ہوگی؟ - اس میں دو صورتیں ہوتی ہیں:

الف: ایک یہ کہ زمین کالونی بنانے والے کی ملکیت میں آگئی تھی اور اس نے پلاٹس فروخت کئے تھے۔

ب: دوسری صورت یہ ہے کہ زمین ابھی مالک زمین ہی کی ملکیت میں ہوتی ہے، کالونی بنانے والا اس کی اجازت سے (جو اکثر اوقات اسٹامپ پیپر پر ہوتی ہے) پلاٹنگ کرتا ہے اور اس کو بیعانہ کی ایک رقم دے دیتا ہے، اور وہ ایک مقررہ مدت میں بقیہ رقم ادا کرنے کا پابند ہوتا ہے؛ لیکن اگر کسی وجہ سے قانونی رکاوٹ پیدا ہوگئی تو پھر زمین مالکِ زمین ہی کے پاس رہ جاتی ہے، کیا اس صورت میں پلاٹنگ کرنے والے کا پلاٹ بیچنا اور پھر اس سے پلاٹ خریدنے والے شخص کا اگلے شخص کو بیچ دینا جائز ہوگا؟

۱۲- ایک شکل یہ ہوتی ہے کہ کالونی بنانے والا کچھ دلالوں سے بات کرتا ہے کہ آپ ہماری زمین بکوائیے، یہ دلال مارکیٹ میں آتے ہیں اور مختلف گراہکوں اور انویسٹرس سے بات کرتے ہیں کہ ہمارے پاس مال ہے، آپ پیسہ لگائیے اس کو خریدیئے، اس کی قیمتیں بڑھیں گی، جب قیمتیں بڑھیں تو آپ بیچ دینا، زمین خریدنے والے کو زمین مقصود نہیں ہوتی، اس کو صرف پیسے کمانا ہوتا ہے، وہ شخص زمین خرید لیتا ہے، خریدنے والا اصل مالکِ زمین کو جانتا تک نہیں، نہ کوئی رجسٹری ہوتی ہے نہ کوئی کاغذی تحریر ہوتی ہے، صرف دلال اور خریدنے والے کے درمیان زبانی سودا ہوتا ہے اور دلال اس کو کہہ دیتا ہے کہ اس زمین میں ایک قطعہ آپ کا ہے اور اس سے پیسے وصول کر لیے جاتے ہیں، اگر یہ شخص اپنا یہ قطعہ بیچنا چاہے تو اس کو صرف یہی دلال بیچے گا، اگر اس کو دوسرا خریدار مل بھی جائے تو بھی وہ اس کو دلال ہی سے کہے گا اور دلال ہی اس کو فروخت کرے گا اور اپنی دلالی بھی وصول کرے گا، اس طریقہ سے یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے، جب کہ ابھی زمین کھیتی والے اصل مالک سے بھی ٹرانسفر نہیں ہوتی، کیا یہ شکل درست ہے؟

۱۳- کبھی کبھی خود کالونی بنانے والے ایسا کرتے ہیں کہ وہ پلاٹس بیچ دیتے ہیں اور قسطوں میں پیسہ بھی وصول کر لیتے ہیں، اب اگر خریدار کو بیچنا ہے تو اس کو بھی کالونی بنانے والے ہی سے رابطہ کرنا ہوگا، اگر کوئی گراہک لاتا ہے تو بھی اسی سے ملانا ہوگا، خود کالونی بنانے والا

بھی نہیں چاہتا ہے کہ کوئی گراہک آئے، وہ خود ہی اس کو خرید لیتا ہے اور جو بھی قیمت میں تھوڑا بہت اضافہ ہوتا ہے، اس کو ادا کرتا ہے، کیا اس صورت میں پلاٹ خریدنے والے کی ملکیت زمین پر ثابت ہوگی؟

۱۴- ایک شکل یہ ہوتی ہے کہ پلاٹ قسطوں میں بیچ دیا جاتا ہے اور خریدار اس میں سے مثلاً پانچ یا آٹھ قسطیں ادا کر پایا، باقی قسطیں ادا کرنے کی گنجائش نہیں رہی؛ تو حالانکہ سودا ہو چکا تھا، صرف بعض قسطوں کی ادائیگی باقی تھی؛ لیکن کالونی بنانے والا اپنی طرف سے اس سودے کو کینسل مانتا ہے، اب اگر بعد میں خریدار قسطیں ادا کرنا چاہے، یا اپنی زمین کا مطالبہ کرے تو اس کو کہہ دیتا ہے کہ چونکہ قسطیں وقت پر ادا نہیں ہوئیں؛ اس لئے آپ کا سودا کینسل ہو گیا، اور جتنی رقم قسطوں میں ادا کی گئی تھیں، اتنی ہی رقم اس کو واپس کر دیتا ہے؛ جبکہ اس نے جس وقت وہ زمین خریدی تھی، اس وقت اس کی قیمت بہت کم تھی اور اتنی ہی متعین ہوئی تھی، اور اب اس کی قیمت تقریباً پچاس گنا بڑھ چکی ہوتی ہے، کیا یہ درست ہے؟

۱۵- اسی طرح زمین کی دلالی سے متعلق کچھ مسائل ہیں:

الف: آسان شکل تو یہ ہے کہ دلال زمین کا گاہک لائے اور اپنی دلالی وصول کرلے؛ لیکن دلال زمین کی قیمت کالونی بنانے والے سے معلوم کر لیتا ہے، پھر اس کو اپنی من مانی قیمت پر بیچتا ہے، زمین والے نے جتنی قیمت بتلائی تھی، اتنی اس کو دے دیتا ہے اور باقی کو اپنے لئے جائز سمجھتا ہے، کیا یہ درست ہے؟

ب: دلال کمپنیاں جو شکل سب سے زیادہ استعمال کر رہی ہیں، وہ یہ ہے کہ زمین بیچ دیتے ہیں؛ لیکن قبضہ نہیں دیتے، اور ان کو کہہ دیتے ہیں کہ جب بھی آپ کو بیچنا ہو تو آپ یہ زمین ہمیں ہی واپس کریں گے، کسی اور کو نہیں، کیا یہ مشروط بیع جائز ہے؟

☆☆☆

سوالنامہ:

سونا چاندی کی تجارت سے متعلق چند مسائل

اللہ تعالی کی طرف سے جو قدرتی وسائل زمین میں چھپا کر رکھے گئے ہیں، ان میں سونا اور چاندی بھی ہے، یہ نہایت قیمتی دھات ہے، جہاں اس کا استعمال زیبائش وآرائش کے لئے ہوتا رہا ہے اور خواتین اس کے زیورات پہنتی رہی ہیں، وہیں یہ دولت اور قدر کو ناپنے کا ایک پیمانہ بھی ہے، اسی لئے قدیم زمانہ سے افراد ہوں یا حکومتیں، انہوں نے دولت کے ایک محفوظ ذخیرہ کے طور پر سونے کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے، اور اس کی اسی اہمیت کی وجہ سے بہت ہی قدیم زمانہ سے کرنسی کی حیثیت سے اس کا استعمال کیا گیا ہے، جب رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی تو اس وقت روم میں سونے کی اور ایران میں چاندی کی کرنسی کا رواج تھا اور یہی اس وقت دنیا کی دو سب سے بڑی معاشی اور فوجی طاقتیں تھیں، عرب ان دونوں کرنسیوں کو استعمال کرتے تھے، سونے کی کرنسی دینار اور چاندی کی درہم کہلاتی تھی، اسلام نے اس کو اسی طرح باقی رکھا، البتہ درہم ودینار کے مختلف سکوں کے وزن میں جو فرق ہوجاتا تھا، اس خامی کو دور کیا اور اس میں یکسانیت پیدا کرنے کی کوشش کی، حضرت عمرؓ نے جہاں اور بہت سی اصلاحات فرمائیں، ان میں ایک یہ بھی ہے۔

اگر چہ اب سونے اور چاندی کی وہ حیثیت نہیں رہی، چاندی کی حیثیت تو اب ایک عام دھات کی سی ہوگئی اور کرنسی کی قدر میں سونے کی اہمیت بھی کم ہوکر رہ گئی، اور بظاہر بے قیمت نظر آنے والے کاغذی نوٹوں نے اس کی جگہ لے لی، لیکن پھر بھی سونے کی اپنی ایک اہمیت ہے، اس کی طلب ہے، افراد ہی نہیں حکومتیں بھی چاہتی ہیں کہ ان کے پاس سونے کا زیادہ سے زیادہ ذخیرہ ہو، آج بھی کسی ملک یا شخص کی دولت کو تولنے کے معیارات میں ایک سونا بھی ہے؛ اسی لئے بمقابلہ تمام دھاتوں کے اور خاص کر کاغذی نوٹوں کے سونے کی قیمت میں استحکام ہے؛ بلکہ صورتحال یہ ہے کہ کاغذی کرنسی کی قیمت تیزی سے گرتی جارہی ہے اور سونے کی قیمت گھٹتی کم اور بڑھتی زیادہ ہے۔

دنیا کے معاشی نظام میں جو تبدیلیاں آتی رہی ہیں، ان کو سامنے رکھتے ہوئے ہمارے فقہاء نے بھی ثمن کے سلسلہ میں ایک نئی اصطلاح قائم کرتے ہوئے اس کی دو قسمیں کی ہیں، ایک: ثمن حقیقی، دوسری: ثمن اصطلاحی، ثمن حقیقی سے مراد سونا اور چاندی ہے، اور ثمن اصطلاحی سے مراد وہ شئی ہے جو لوگوں کے عرف اور اتفاق کی وجہ سے ثمن کے درجہ میں آگئی ہو، جیسے: سکے اور کاغذی نوٹ، دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جب ثمن کا ثمن سے تبادلہ ہو تو اس بیع کے خصوصی احکام ہیں، جن کو فقہاء نے بیع صرف سے تعبیر کیا ہے اور جس میں بے احتیاطی عقد کو ربا کے دائرہ میں لے آتی ہے۔

کاروباری نقطۂ نظر سے سونے چاندی کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور بالخصوص ابلاغ کے جدید ذرائع کی پیدائش، نیز ٹیلی فون اور ای میل کے ذریعہ بین ملکی تجارت نے شرعی اعتبار سے بہت سے پیچیدہ مسائل پیدا کردیئے ہیں، جن پر غور کرنے کی ضرورت ہے، اس پس منظر میں درج ذیل سوالات آپ کی خدمت میں پیش ہیں، امید کہ آپ قرآن وحدیث، نیز سلف صالحین کے اجتہادات سے استفادہ کرتے ہوئے جواب دینے کی زحمت فرمائیں گے۔

۱- اگر روپئے سے سونا خرید کیا جائے تو اس میں روپیہ کی کیا حیثیت ہوگی، کیا اس بیع کو بیع صرف تصور کیا جائے گا؟ اس پس منظر میں:

الف: کیا یہ بات درست ہوگی کہ سونا چاندی اور روپے میں سے ایک نقد ہو اور دوسرا ادھار؟

ب: کیا یہ بات درست ہوگی کہ سونا اور چاندی کا جو نرخ حکومت نے یا سونے کی مارکیٹ جیسے انٹرنیشنل سطح پر کومیکس گولڈ مارکیٹ یا ہندوستان کی سطح پر یہاں کی مارکیٹ MC نے طے کیا ہو، اس سے زیادہ یا کم قیمت میں خرید وفروخت کی جائے، اور کیا اس صورت پر ربا تفاضل کا اطلاق ہوگا؟

۲- زیور بنانے والے کاریگر زیورات کے تاجروں سے ایک متعینہ وزن میں سونا لیتے ہیں اور چند دنوں میں اس کے بدلے سونے سے بنائے ہوئے زیورات انہیں واپس کرتے ہیں، انہیں الگ سے کوئی اجرت نہیں دی جاتی؛ بلکہ زیورات کی شکل میں سونے کی اتنی ہی مقدار انہیں واپس کرنی ہوتی ہے، جتنی انہوں نے لی تھی؛ البتہ سونے کا زیور بنانے میں دوسری دھاتوں کی آمیزش ضروری ہوتی ہے، اس آمیزش کے بقدر سونا ان کو بچ جاتا ہے اور زیور بنانے میں سونے کے کچھ ذرات نکل آتے ہیں، یہی ان کی اجرت ہوتی ہے، سوال یہ ہے کہ:

الف: سونے کے لین دین میں مقدار کا جو یہ فرق ہورہا ہے، اسے بیع تصور کیا جائے گا یا اجارہ؟

ب: کیا اجرت کی یہ شکل درست ہوگی کہ زیورات کے بنانے میں جو ذرات بچ جائیں، وہی اجرت قرار پائے؟

۳- عام طور پر سونے کے تاجر حضرات پرانے زیور کی قیمت کم متعین کرتے ہیں، مثلاً: دس گرام سونے کو آٹھ گرام کے درجہ میں رکھتے ہیں، تو اگر سونے کے پرانے زیور کا سونے کے نئے زیور سے تبادلہ ہو اور اس کمی کو ملحوظ رکھتے ہوئے سونے کا پرانا زیور زیادہ وزن کا لیا جائے اور سونے کا نیا زیور کم وزن میں اس کے بدلہ ادا کیا جائے تو کیا یہ صورت جائز ہوگی؟

۴- آج کل کموڈیٹیز ایکسچینج میں دوسری اشیاء کے ساتھ سونے چاندی کی بھی خرید وفروخت ہوتی ہے، جس میں خریدار آرڈر دیتا ہے اور جو کچھ اس نے آرڈر دیا ہے، اس کے آرڈر کے بقدر وہ شئ اس کے نام سے محفوظ کردی جاتی ہے، اس سلسلہ میں چند باتیں قابل غور ہیں:

الف: اگر سونا فروخت کرنے والے ادارے کے پاس مثلاً ایک کلو سونا ہو اور وہ دو سو افراد کو پچاس پچاس گرام سونا فروخت کرے، لیکن ان سب کا خریدا ہوا سونا سونے کی اینٹ میں شامل ہو، ان کے الگ الگ بسکٹ یا سکے نہیں بنائے جاتے ہوں تو کیا اس کو خریدار کا قبضہ سمجھا جائے گا؟

ب: اگر ہر خریدار کے لئے اس کی خریدی ہوئی مقدار کا سکہ الگ سے موجود ہو اور اس کو کمپیوٹر یا ریکارڈ رجسٹر میں اس کے نام سے درج کردیا گیا ہو تو کیا اس اندراج کو قبضہ کے لئے کافی تصور کیا جائے گا؟

۵- ایکسچینج کے ذریعہ کاروبار کی ایک اور صورت جو آج کل رائج ہے، یہ ہے کہ مثلاً ایک مہینے کے لئے ادھار ایک مخصوص مقدار جیسے ۱۰ تولے سونے کا سودا کرلیا جاتا ہے، خریدار سونے پر قبضہ نہیں کرتا، جب ادائیگی کی تاریخ آتی ہے تو سونے کے اس دن کے نرخ کو دیکھ لیا جاتا ہے، خرید کے دن اور ادائیگی کے دن سونے کے نرخوں میں جو فرق ہوتا ہے، اس کی ادائیگی کردی جاتی ہے، مثلاً خریدنے کے دن سونے کا نرخ پانچ ہزار روپے فی تولہ تھا، ادائیگی کے دن پانچ ہزار ایک سو روپے تولہ ہوگیا تو خریدار بائع کو ایک سو روپے دے گا، اور اگر اس دن چار ہزار نو سو تھی تو بائع خریدار کو ایک سو روپے ادا کرے گا، نہ تو مشتری سونے پر قبضہ کرتا ہے اور نہ بائع قیمت پر قبضہ کرتا ہے، بس نرخ میں کمی بیشی سے جو فرق آتا ہے، اس کا لین دین کرلیتے ہیں، اس صورت کا کیا حکم ہے؟

٦- بہت سی دفعہ سونے کی قیمت میں متوقع اضافہ کا سونے چاندی کے تاجروں کو علم ہو جاتا ہے، ایسی صورت میں وہ سونے کو روک لیتے ہیں؛ تاکہ قیمت بڑھنے کے بعد اسے فروخت کریں، سونا اس پہلو سے اشیاء ضروریہ میں شامل ہے کہ ثمن خلقی ہونے کے لحاظ سے وہ ذریعہ تبادلہ ہے، اس کو روک لینے کی وجہ سے سونے کی قیمت تو بڑھتی ہی ہے، اس گرانی کا اثر دوسری اشیاء پر بھی پڑتا ہے، تو کیا سونے کی ذخیرہ اندوزی اور گراں فروشی کے لئے اس کو روک کر رکھنا احتکار کے دائرہ میں آئے گا؟

٧- ملک میں جو سونا آتا ہے، اس میں بڑا حصہ تو قانونی طریقہ پر آتا ہے، اور سونا لانے والا اس سے متعلق واجبات کو ادا کرتا ہے، دوسرا راستہ اسمگلنگ کا ہے، یہ طریقہ غیر قانونی ہے، اس میں سونا لانے والا ان واجبات کو ادا نہیں کرتا، جو حکومت نے سونے کی درآمد سے متعلق مقرر کئے ہیں، کیا یہ اسمگلنگ کا عمل جائز ہوگا، کیا اس طریقہ پر آنے والے سونے کا خریدنا اور پھر اس کو فروخت کرنا درست ہوگا؟

٨- آج کل 'پلاٹین' کو سفید سونا کہا جاتا ہے، اب اس کا شمار مہنگی دھاتوں میں ہوتا ہے، اور اس کے زیورات بھی بنائے جاتے ہیں، تو کیا لوگوں کے عرف کو دیکھتے ہوئے یہ حقیقی سونے کے حکم میں ہوگا اور عقود، نیز زکوۃ وغیرہ میں اس پر سونے کے احکام منطبق ہوں گے؟

☆☆☆

سوالنامہ:

فضائی اور صوتی آلودگی

کائنات میں اللہ تعالی کی شان ربوبیت کا ایک مظہر یہ ہے کہ جہاں انسانوں اور دوسرے جانداروں کو اور بہت ساری نعمتیں دی گئی ہیں وہیں اس کو سازگار ماحول بھی عطا کیا گیا ہے اور ایسی چیزیں بھی پیدا کی گئی ہیں، جو کثافتوں کو جذب کر لیتی ہیں اور مختلف طرح کی آلودگیوں سے ماحول کو بچاتی ہیں، انسانی زندگی اور انسان کو مطلوب جاندار اور بے جان وسائل کی حفاظت کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ انسان خود ماحولیات کا تحفظ کرنے کا اہتمام کرے اور ایسی چیزوں سے بچے جو فضا، زمین یا پانی وغیرہ میں آلودگی کا باعث بنتے ہوں۔

موجودہ تیز رفتار صنعتی ترقی سے پہلے جنگلات کی کثرت اور مظاہر قدرت سے چھیڑ چھاڑ نہ کرنے کی وجہ سے آلودگی کا مسئلہ اتنی اہمیت نہیں رکھتا تھا، لیکن اب کارخانوں کی کثرت، صنعتی فضلات کی نکاسی کے مناسب انتظام سے غفلت، آبادی کا پھیلاؤ، آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا بے دریغ استعمال، جنگلات کی بے تحاشہ کٹائی، دریاؤں میں فضلات کا بہاؤ، پر شور سواریوں اور مشینوں کا استعمال اور اس طرح کے مختلف اسباب ہیں، جن کی وجہ سے ماحولیات میں عدم توازن پیدا ہوتا جارہا ہے، آلودگی بڑھ رہی ہے، اور اس کی وجہ سے طرح طرح کی بیماریاں جنم لے رہی ہیں، یہ وہ صورت حال ہے جس نے پوری دنیا کو فکرمند کر رکھا ہے۔

شریعت اسلامی جو انسانی زندگی کے تمام مسائل کا احاطہ کرتی ہے، یقیناً اس سلسلہ میں بھی اس نے ہماری رہنمائی کی ہے، جیسے پانی میں استنجاء کرنے سے منع کیا گیا، آپ ﷺ نے درخت لگانے کی ترغیب دی اور بلا وجہ درخت کاٹنے اور بلا ضرورت بلند آواز کو پسند نہیں کیا گیا، جو چیزیں دھواں چھوڑنے والی ہوں، ان کو ضرورت پوری ہونے کے بعد بجھا دینے کی ہدایت دی گئی، یہ اور اس طرح کے بہت سے اشارات ہیں جو ہمیں قرآن وحدیث میں ملتے ہیں اور جن کی بنیاد پر فقہاء نے بعض احکام مستنبط کئے ہیں۔

عالمی سطح پر اس مسئلہ کی اہمیت کے پس منظر میں اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے اپنے چھبیسویں فقہی سمینار کے لئے اس موضوع کا بھی انتخاب کیا ہے؛ چنانچہ درج ذیل سوالات آپ کی خدمت میں پیش ہیں، امید ہے کہ آپ قرآن وحدیث، سلف صالحین کے اجتہادات اور موجودہ حالات کے پس منظر میں ان کا جواب تحریر فرمائیں گے۔

فضائی آلودگی:

ہمارے استعمال میں مختلف ایسی چیزیں آتی ہیں، جو فضائی آلودگی کا باعث بنتی ہیں، جیسے: آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن، صنعتی فضلات، کھلی جگہوں پر قضاء حاجت، سڑکوں پر تھوکنا، ایسی اشیاء کا استعمال کرنا جو سستی ہوں؛ لیکن تحلیل نہ ہو پاتی ہوں، ذبیحہ کے فاضل اجزاء کو کھلی جگہ پر ڈال دینا، دوسری طرف قدرت نے جن چیزوں میں آلودگی کو جذب کرنے کی صلاحیت رکھی ہے، ان کو ختم

کر دینا، جیسے درختوں کی کٹائی وغیرہ، اس پس منظر میں سوال یہ ہے کہ:

۱- عام طور پر پکوان میں ایندھن کے طور پر لکڑی، کوئلہ، گوبر، گیس اور بجلی کا استعمال ہوتا ہے، ان میں بعض چیزیں دھواں چھوڑنے والی ہیں، جن سے ماحول آلودہ ہوتا ہے اور بعض دھواں پیدا نہیں کرتیں، لیکن ممکن ہے کہ وہ نسبتا مہنگی ہوں، تو جو شخص ایسے وسائل استعمال کرنے پر قادر ہو، کیا اس کے لئے ارزاں ہونے کی وجہ سے آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال درست ہوگا؛ جبکہ اس سے اجتماعی ضرر پیدا ہوتا ہے؟

۲- گاڑیاں ایک اہم ضرورت ہیں، لیکن ان کے لئے بھی ایندھن مطلوب ہے، یہ ایندھن ڈیزل، پٹرول اور کئی قسم کی گیسوں کی شکل میں قابل استعمال ہوتا ہے اور اب اس میدان میں بھی شمسی توانائی کو قابل استعمال بنانے کی کوشش کی جارہی ہے، ڈیزل میں بہت زیادہ، اس سے کم پٹرول میں اور اس سے بھی کم گیس میں دھواں خارج ہوتا ہے، ایسی صورت میں حکومت کی طرف سے ڈیزل کے استعمال کی ممانعت کردی جائے، یا کسی خاص گاڑی کے لئے گیس ہی کے استعمال کو لازم کردیا جائے تو عوام کے لئے اس قانون پر عمل کرنا شرعا واجب ہوگا یا نہیں؟ اور اگر حکومت کی طرف سے کوئی ہدایت نہیں ہو تب بھی لوگوں کو ضرر سے بچانے اور ماحول کو پاک و صاف رکھنے کے لئے کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کو ترجیح دینے کی شرعا کیا حیثیت ہوگی؟

۳- روشنی کے حصول کے لئے اس وقت جو ذریعہ استعمال کیا جاتا ہے، وہ بنیادی طور پر الیکٹرک اور اس کے نہ ہونے کی صورت میں جنریٹر ہے، جنریٹر مٹی کے تیل سے بھی چلتا ہے اور ڈیزل، پٹرول اور گیس سے بھی، مٹی کے تیل اور ڈیزل سے چلنے والے جنریٹر بہت زیادہ دھواں چھوڑتے ہیں، اور بہت سی جگہوں پر حکومت کی طرف سے اس کے استعمال کی ممانعت بھی ہوتی ہے، کیا ایسی صورت میں شرعا کم دھواں پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال واجب ہوگا؛ تاکہ ماحول کو اس کے نقصان سے بچایا جاسکے؟

۴- ایندھن کے مذکورہ وسائل کے ساتھ ساتھ اس وقت شمسی توانائی کا استعمال کافی بڑھ رہا ہے، حکومت بھی اس کے لئے بعض سہولتیں فراہم کررہی ہیں، اس میں ایک بار ضرور خطیر رقم خرچ ہوتی ہے؛ لیکن آئندہ وہ برقی بل سے بچ جاتا ہے، کیا شرعی نقطہ نظر سے صاحب استطاعت افراد واشخاص، مساجد ومدارس اور اداروں کے لئے آلودگی سے محفوظ اس توانائی کا استعمال مستحب اور مستحسن عمل نہیں ہوگا؟

۵- صنعتی ترقی کے اس دور میں چھوٹے بڑے کارخانوں کی بہتات ہے اور یہ یقیناً موجودہ دور کی ایک ضرورت ہیں؛ لیکن کارخانوں میں جو ایندھن استعمال کیا جاتا ہے وہ بہت دھواں پیدا کرنے والا ہوتا ہے، اور جو صنعتی فضلات باہر پھینکے یا بہائے جاتے ہیں وہ فضائی آلودگی پیدا کرتے ہیں، اس لئے حکومت نے اس کے لئے کئی قوانین بھی بنائے ہیں، کہ کارخانے آبادیوں سے باہر ہوں، ان کی چمنیوں کو ایک خاص سطح تک اونچا رکھا جائے، کم سے کم ایسا ایندھن استعمال کیا جائے، جو آلودگی پیدا کرنے کا باعث نہ ہو اور فضلات کو تحلیل کرنے کی تدبیر اختیار کی جائے، یہ قوانین انسانی بھلائی کے ہی نقطہ نظر سے بنائے گئے ہیں تو شرعا ایسے قوانین کی خلاف ورزی کرنے کا کیا حکم ہوگا؟

۶- انسانی خوراک کا ایک اہم حصہ جانور ہیں، جن سے لحمی غذا حاصل کی جاتی ہے، جانور کے قابل استعمال اجزاء کے حاصل

کرنے کے بعد بعض اجزاء جیسے خون، اوجھڑی وغیرہ ضائع کردی جاتی ہیں، بمقابلہ نباتات کے جانوروں میں جلد تعفن پیدا ہوجاتا ہے اور یہ بہت تیزی سے فضاء کو آلودہ کرتے ہیں، گزشتہ زمانہ میں اس کی وجہ سے کثرت سے ہیضے کی بیماری پھیل جایا کرتی تھی، خاص کر جب بیک وقت بہت سارے جانور ذبح کئے جائیں، جیسا کہ قربانی کے ایام میں ہوتا ہے، تو ایسے مواقع پر اس کا کافی اندیشہ ہوتا ہے، تو ذبیحہ کے ایسے اجزاء کے سلسلہ میں شریعت کے کیا احکام ہیں؟ اس کے امکانی نقصان سے بچانے کے لئے حکومت کی کیا ذمہ داریاں ہیں اور خود ذبح وقربانی کرنے والے کی کیا ذمہ داری ہے؟

۷- سامان کی پیکنگ بھی ایک اہم ضرورت ہے، قدیم زمانہ میں اس کے لئے ردی کاغذ یا اس سے تیار ہونے والی چیزیں استعمال کی جاتی تھیں، اب اس کی جگہ پلاسٹک کی تھیلیوں نے لے لی ہیں، لیکن پلاسٹک زمین میں تحلیل نہیں ہوتا اور اگر اسے جلایا جائے تو اس سے بہت کثیف دھواں پیدا ہوتا ہے، ہمارے ماحول کو نقصان پہنچانے والی چیزوں میں ماہرین اس کو بہت خطرناک قرار دیتے ہیں؛ لیکن آسانی وخوشنمائی کی غرض سے اور خاص کر سستا ہونے کی وجہ سے تجار اور عوام اس کا خوب استعمال کرتے ہیں، شرعاً اس کا کیا حکم ہوگا؟

۸- سماج میں تمباکو کی اشیاء مختلف صورتوں میں استعمال کی جاتی ہیں، جیسے: سگریٹ، بیڑی، حقہ وغیرہ، اس سے جو دھواں نکلتا ہے وہ زیادہ کثیف اور مسموم ہوتا ہے، اس کا نقصان صرف پینے والے کو ہی نہیں ہوتا؛ بلکہ اس کے متعلقین اور ہم نشینوں کو بھی ہوتا ہے اور بحیثیت مجموعی اس سے ماحول کو کافی نقصان پہنچتا ہے؛ اس لئے آج کل ایئرپورٹ اور دوسرے عوامی مقامات پر ایسے لوگوں کے لئے اسموکنگ زون بنادیا گیا ہے، سوال یہ ہے کہ ایسی چیزوں کے استعمال کا کیا حکم ہوگا اور قانوناً جن مقامات پر سگریٹ نوشی وغیرہ کی ممانعت ہو، وہاں سگریٹ وغیرہ پینے کا شرعاً کیا حکم ہوگا؟

۹- بدقسمتی سے ہمارے ملک میں اب بھی بہت سے گھروں میں بیت الخلاء نہیں ہیں، لوگ سڑکوں کے کنارے یا کھیت وغیرہ میں رفع حاجت کرتے ہیں اور پیشاب تو عوامی مقامات جیسے ریلوے اسٹیشن، بس اسٹینڈ وغیرہ پر بلا تکلف کیا جاتا ہے، اس بری عادت کا شریعت کی نظر میں کیا درجہ ہے؟ اسی طرح بہت سی جگہ گندے پانی اور فضلات کھلی نالیوں میں یہاں تک کہ گلیوں میں بہادیئے جاتے ہیں، یہ بھی فضاء میں آلودگی پیدا کرنے کا ایک اہم سبب ہے، اس سلسلہ میں شریعت کیا ہدایت دیتی ہے؟

۱۰- تھوک اور اگر بالخصوص تھوکنے والے نے کوئی نقصان دہ چیز وغیرہ کھا رکھی ہو تو یہ بھی مضر صحت جراثیم پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ماحول کو نقصان پہنچاتے ہیں؛ اسی لئے بعض ملکوں میں سڑک اور عوامی مقامات پر تھوکنے سے قانوناً منع کیا جاتا ہے اور بہت سے عوامی مقامات پر تھوک دان بنادیئے گئے ہیں، اس پس منظر میں اس بات کی وضاحت مطلوب ہے کہ ایسے امور کے سلسلہ میں حکومت یا متعلق ادارہ کی ہدایت پر عمل کرنا کس درجہ میں مطلوب ہے؟

۱۱- مختلف مشینی اشیاء شعاعوں کو جنم دیتی ہیں، جو انسانوں اور جانداروں، نیز ماحول کے لئے سخت نقصان کا باعث ہوتی ہیں، جیسے: فریج، واشنگ مشین، ایئرکنڈیشن، ٹی وی خاص کر موبائل وغیرہ؛ چنانچہ یہ بات مشاہدہ میں ہے کہ جب سے ہوٹل کے استعمال کی کثرت ہوئی ہے، پرندے ناپید ہوتے جارہے ہیں؛ حالانکہ ماحول کے تحفظ میں پرندوں اور کیڑے مکوڑوں کا بھی حصہ ہے، ایسی

چیزوں کا استعمال بالخصوص ضرورت سے زیادہ استعمال کس حد تک درست ہے؟

۱۲- جو چیزیں ماحول کا تحفظ کرتی ہیں، ان میں پیڑ پودوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے، یہ نقصان دہ گیس کو ہضم کر کے ہمارے لئے قابل استعمال بناتی ہیں، تو قابل استفسار امر یہ ہے کہ:

الف: بلاضرورت جنگلات کو کاٹنے اور کھیتوں کو زیادہ سے زیادہ پیسوں کے حصول کے لئے پلاٹس بنا کر آبادیوں کو بسانا کیسا ہے؟

ب: اسلام کی نظر میں درخت لگانے اور کاشت کاری کرنے کی کیا اہمیت ہے؟ جس کے ذریعہ نہ صرف یہ کہ پیداوار فراہم ہوتی ہے؛ بلکہ ماحول کو بھی متوازن رکھنے میں مدد ملتی ہے۔

صوتی آلودگی:

صوتی آلودگی بھی انسان کے لئے کچھ کم مضرت رساں نہیں اور یہ شور اور غیر معتدل آواز کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، اس پس منظر میں درج ذیل امور پر روشنی ڈالنے کی درخواست ہے:

۱- کارخانے کی بعض مشینیں بہت پُر شور ہوتی ہیں، حکومت کی طرف سے ان کو آبادی سے باہر لگانے کی ہدایت ہوتی ہے، یہ ہدایت شرعاً کس حد تک قابل تعمیل ہے؟

۲- گاڑیوں کے ہارنوں کی آواز بھی بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہے، بعض لوگ غیر ضروری طور پر ہارن بجاتے ہیں اور بعض حضرات اپنی گاڑی میں ضرورت سے زیادہ تیز آواز کا ہارن یہاں تک کہ ایمبولنس میں لگائے جانے والے سائرن کی طرح کے ہارن لگاتے ہیں، اس سے صوتی آلودگی بھی پیدا ہوتی ہے اور دوسرے راہگیروں کو دہشت بھی ہوتی ہے، تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

۳- ہمارے معاشرہ میں بدقسمتی سے مختلف تقریبات میں DJ کا رواج بڑھتا جا رہا ہے، اس کا شور انسان کی سماعت اور ماحول کے لئے سخت نقصان دہ ہے، مزامیر میں داخل ہونے سے قطع نظر اس عمل کو شریعت کس نظر سے دیکھتی ہے؟

۴- ہمارے معاشرہ میں مذہبی، سیاسی جلسوں اور مشاعروں کا رواج بھی عام ہے، قانونی اعتبار سے اس کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے، مثلاً رات کے دس یا ساڑھے دس بجے تک، کہ اس کے بعد پروگرام جاری نہیں رکھا جا سکتا، اسی طرح آواز کے بارے میں بھی تحدید ہوتی ہے کہ کس درجہ کا ساؤنڈ سسٹم ہونا چاہئے اور کتنے ساؤنڈ بکس رکھے جا سکتے ہیں؟ اس کا مقصد لوگوں کی صحت اور ماحولیات کا تحفظ دونوں ہوتا ہے؛ لیکن بہت سے لوگ ان ہدایات پر عمل نہیں کرتے، آواز کا شور پوری آبادی تک پہنچاتے ہیں اور رات رات بھر پروگرام چلائے جاتے ہیں، شرعاً ان قوانین کی پابندی کس درجہ میں ضروری ہے اور ان کی خلاف ورزی کا کیا حکم ہے؟

☆☆☆

تجاویز:

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کا چھبیسواں فقہی سمینار ''مجلس اتحاد امت'' کے تعاون و اشتراک سے مورخہ ۴-۶/ مارچ ۲۰۱۷ء کو ریاست مدھیہ پردیش کے تاریخی شہر اجین میں منعقد ہوا، جس میں امریکہ، ایران، ماریشش، ساؤتھ افریقہ اور نیپال کے علاوہ اندرون ملک کے مختلف صوبوں سے تین سو سے زائد اصحاب علم ودانش اور ارباب افتاء وقضاء شریک ہوئے، اس سمینار میں چار اہم موضوعات زیر بحث آئے:

۱- سرکاری اسکیموں سے استفادہ کا حکم

۲- زمینوں کی خرید وفروخت سے متعلق مسائل

۳- سونے چاندی کی تجارت سے متعلق بعض مسائل

۴- فضائی وصوتی آلودگی کا مسئلہ

ان چاروں موضوعات پر بحث ومناقشہ اور غور وخوض کے بعد مندرجہ ذیل فیصلے کیے گئے:

۱-سرکاری اسکیموں سے استفادہ کا حکم:

۱- وہ سرکاری قرضے جن کا کچھ حصہ معاف کردیا جاتا ہے، اور لی ہوئی رقم سے کم واپس کرنا پڑتا ہے، ایسے قرضوں کا لینا جائز ہے۔

۲- وہ قرضے جن میں ایک مقررہ مدت کے اندر واپس کرنے پر معافی ہوتی ہے ورنہ پوری رقم ادا کرنی پڑتی ہے، ایسے قرضوں کا لینا بھی درست ہے۔

۳- وہ قرضے جن میں مقررہ مدت کے بعد قرض واپس کرنے پر کل رقم کی واپسی کے ساتھ زائد رقم بھی ادا کرنی پڑے ایسے قرضے بلا ضرورت شدیدہ لینا جائز نہیں ہے۔

۴- وہ قرضے جن کی واپسی پر اصل سے زائد رقم ادا کرنی پڑتی ہو وہ ناجائز ہے؛ البتہ اگر وہ دین ماہرین کی رائے کے مطابق اس جیسے عمل کے لئے واقعی سروس چارج کہلانے کے لائق ہو اور کسی طرح بھی سود لینے کا حیلہ نہ ہو تو لینے کی گنجائش ہے۔

نوٹ: قرض پر زائد رقم کا حصول اگرچہ قلیل ومعمولی ہو درست نہیں، سروس چارج کا معاملہ الگ ہونا چاہئے: مولانا مولانا خورشید احمد اعظمی۔

۵- قرض پر لی جانے والی زائد رقم کا اوسط معمولی نہ ہو کہ جس کو انتظامی خرچ پر محمول کیا جاسکے، وہ رقم سود ہے، اور عام حالات میں ایسا قرض لینا جائز نہیں ہے۔

۶- مکان یا بیت الخلاء کی تعمیر یا تعلیمی ضروریات وغیرہ کے لئے گورنمنٹ کی طرف سے امداد کے طور پر جو رقم ملتی ہے اس کو حاصل کرنا اور اس کا استعمال کرنا درست ہے۔

۷- گورنمنٹ کی طرف سے ملنے والی رقوم حاصل کرنے میں اگر کسی کو واسطہ بنایا جائے جو ان کے حصول کے لئے تگ ودو اور جدوجہد کرتا ہے تو اس کے لئے بہ طور محنتانہ مقررہ اجرت کا لین دین درست ہے۔

۸- امدادی رقوم یا قرض حاصل کرنے کے لئے جو شرائط و معیارات حکومت کی طرف سے متعین ہوں اس سلسلہ میں غلط بیانی سے کام لینا اور غلط طریقہ پر امداد یا قرض حاصل کرنا درست نہیں ہے۔

۹- تعلیم یا کسی اور مقصد کے لئے حکومت عوام کو بینک سے قرض دلائے اور اس پر عائد ہونے والی زائد رقم مقروض کو ادا نہ کرنا پڑے بلکہ خود حکومت ادا کرے تو اس طرح کا قرض لینا درست ہے۔

۱۰- جن اسکیموں میں حکومت نے محفوظ فنڈ قائم کر کے اس کو بینک میں ڈپازٹ کر دیا اور اس کے انٹرسٹ سے حاصل شدہ رقم کا مالک ہو کر تعلیمی و رفاہی اداروں اور افراد و اشخاص کا تعاون کرتی ہے، ایسی اسکیموں سے فائدہ اٹھانے کی گنجائش ہے۔

۱۱- دوسری قومی اکائیوں کی طرح مسلمانوں کا بھی سرکاری خزانہ میں حق ہے، اس لئے سرکاری اسکیموں سے مسلمانوں کو استفادہ کرنا چاہئے، بشرطیکہ کوئی شرعاً محظور نہ ہو۔

۱۲- شرکاء سمینار مسلم دانش وروں، تنظیموں اور اداروں کے نمائندوں اور ذمہ داروں کو توجہ دلاتے ہیں کہ سرکاری جائز اسکیموں کا لوگوں میں زیادہ سے زیادہ تعارف کرائیں اور بلا معاوضہ ممکنہ تعاون کی صورت پیدا کریں۔

۲- زمینوں کی خرید و فروخت سے متعلق مسائل:

۱- شہری ضرورتوں سے وابستہ اراضی یا وہ اراضی جن کو حکومت نے کسی ضرورت کے لیے متعین کر رکھا ہے ایسی اراضی پر قبضہ غصب ہے، اور غاصبین سے ایسی اراضی کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے، لیکن وہ اراضی جو شہروں کی ضرورتوں سے فاضل ہیں یا حکومت نے اس کو کسی ضرورت کے لیے خاص نہیں کیا ہے ایسی اراضی کی خرید و فروخت کے لیے بھی قانونی تقاضوں کی تکمیل ضروری ہے۔

۲- غیر مجاز طور پر اوقاف کی زمین کو فروخت کرنا ناجائز اور سخت گناہ ہے، اور ایسے غاصبین سے اس کا خرید کرنا بھی درست نہیں ہے۔

۳- مورث کے انتقال کے بعد ورثہ کے مابین ترکہ کی تقسیم فوراً ہونی چاہئے؛ لیکن اگر ترکہ کی تقسیم نہیں ہو سکی اور کسی وارث نے مشترک اراضی کو فروخت کر دیا تو یہ فروختگی صرف اس فروخت شدہ جائیداد میں اس کے حصہ کے بقدر محدود رہے گی اور اس کے حصہ سے زائد میں ورثہ کی اجازت کے بغیر درست نہیں ہوگی۔

۴- حرام مال سے جو زمین و جائیداد خریدی گئی ہے (حقیقت حال سے واقف حضرات کے لئے) اس کا خریدنا جائز نہیں، ہاں! لاعلمی کی صورت میں خریدنے سے خریدار کی ملکیت ثابت ہو جائے گی۔

۵- الف: کالونی بسانے کی خاطر جو لے آؤٹ منظور کرایا جاتا ہے اس کی خلاف ورزی درست نہیں ہے، لیکن اس کی وجہ سے وہ زمین کالونی بسانے والے کی ملکیت سے خارج نہیں ہوتی ہے؛ اس لئے منظور شدہ نقشہ کے برخلاف اپنے نقشہ کے مطابق بیچنے کی گنجائش ہے۔

ب: نقشہ کے مطابق قطعات کی فروخت ہو جانے کے بعد مفاد عامہ کے لئے متعین قطعات کی خرید و فروخت جائز نہیں۔

۶- مسجد مسلمانوں کی اہم ترین دینی ضرورت ہے اس لئے کالونی بننے سے پہلے اگر کالونی بنانے والا پلے گراؤنڈ وغیرہ جیسے مفاد عامہ کو برائے مسجد تبدیل کر دیتا ہے نیز مسجد کے لئے مطلوبہ شرائط بھی پائی جاتی ہیں تو اس پر مسجد بنانا درست ہوگا اور وہ مسجد شرعی تصور کی جائے گی۔

کالونی بن جانے کے بعد مفاد عامہ کے قطعات سے تمام باشندگان کا حق متعلق ہوتا ہے اس لئے باہمی رضامندی سے ہی مسجد بنائی

جاسکتی ہے۔

۷- کالونی بسانے میں مسلمانوں کو چاہئے کہ قانونی طریقہ اختیار کریں لیکن دشواریوں کے پیش نظر کالونیاں بسالی جائیں تو اس کی گنجائش ہے؛ البتہ قانونی منظوری حاصل کرنے کی کوشش جاری رکھیں۔

۸- حتی الامکان سودی قرض سے بچنا لازم ہے؛ البتہ ضرورت کے وقت بینک سے قرض لیکر مکان خریدنے اور زمین خرید کر کالونیاں بسانے کی گنجائش ہے۔

۹- کالونی بسانے کے لئے نقشہ میں دکھائے گئے پلاٹ نمبر کی تعیین سے مبیع متعین ہوجاتی ہے اور خرید وفروخت کا یہ عمل درست ہے اور کالونی بسانے والے کیلئے اس میں کسی طرح کا تغیر وتبدل جائز نہیں ہے۔ اور اگر زمین کے بیچے گئے حصہ پر بیچنے والا خریدار و مالک کی اجازت سے کاشت بھی کرتا رہتا ہے تب بھی خریدار اس کا مالک رہے گا۔

۱۰- الف: زمین وجائیداد کی بیع میں قبضہ ضروری نہیں ہے صرف ملکیت میں آجانا کافی ہے؛ اس لئے زمین اگر کالونی بنانے والے کی ملکیت میں آگئی ہو تو اس کو فروخت کرسکتا ہے اور خریدنے والا اس کو خرید سکتا ہے۔

ب: اگر وہ ملکیت میں نہیں آئی بایں طور کہ ابھی وعدۂ بیع ہوا ہے، بیعانہ کی رقم بھی اسی وعدہ کو مستحکم کرنے کے لیے دی گئی ہے تو آگے فروخت نہیں کرسکتا۔

ج: کالونی بسانے والا مالک زمین سے اپنی مرضی کے مطابق زمین کو فروخت کرنے اور مدت متعینہ میں قیمت ادا کرنے کا معاملہ کرلیتا ہے اور اس کے لیے بیعانہ کے نام پر کچھ رقم بھی ادا کردیتا ہے تو یہ معاملہ کرنا اور اس کی خرید وفروخت کرنا شرعاً جائز ہے۔ اگر فروخت کرنے کے بعد آئندہ قبضہ دلانے میں کوئی قانونی رکاوٹ پیش آتی ہے تو اس کی پوری قیمت واپس کرنا لازم ہوگی۔

۱۱- دلال کے ذریعہ خرید وفروخت کا یہ طریقہ جس میں زمین اور مالک زمین کا کچھ پتہ نہ ہو تو شرعاً یہ ناجائز ہے۔

۱۲- پلاٹس کے مالک کا معاملے کو اس طرح مشروط کرنا کہ جب خریدار بیچنا چاہے تو بیچنے والے سے ہی فروخت کرسکتا ہے یہ جائز نہیں؛ البتہ بغیر کسی پیشگی شرط کے معاملہ کیا جائے، پھر معاملہ کے دونوں فریق اپنی رضا ورغبت سے اپنی سہولت کے لیے اس طرح کریں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

۱۳- قسطوں پر زمین کی خریداری کی یہ شکل کہ اگر متعینہ مدت تک قیمت ادا نہیں کی گئی تو معاملہ کینسل ہوجائے گا، اگر اس کی وضاحت معاملہ کے وقت ہی کردی جائے تو اس طرح کا معاملہ کرنا جائز ہے اور تمام قسطیں وقت مقررہ پر ادا نہ کرنے کی صورت میں صرف اپنی جمع کردہ قسطوں کی واپسی کا حق ہوگا۔

۱۴- دلال کی اجرت جائز ہے، مگر اجرت کا معلوم ہونا اور معاملہ کا صاف ستھرا ہونا ضروری ہے؛ لہٰذا زمین کی خرید وفروخت کے دلال کا ایک فریق سے قیمت کو چھپا کر زیادہ لینا یا جھوٹ بول کر زیادہ لینا جائز نہیں ہے۔

۱۵- دلال کا قبضہ نہ دلانا بیع کے مقتضاء کے خلاف اور ظلم ہے، نیز شرط لگانا کہ جب بھی بیچنا ہو ہم سے بیچ دینا شرط فاسد ہے جو کہ جائز نہیں ہے۔

۳- سونے چاندی کی تجارت سے متعلق بعض مسائل:

آج مورخہ ۶/ مارچ ۲۰۱۷ء کو سونا چاندی کی تجارت سے متعلق چند مسائل کے سلسلہ میں تجویز ساز کمیٹی نے درج ذیل تجاویز پر

اتفاق کیا:

۱- کرنسی سے سونا چاندی خریدا جائے تو یہ بیع صرف نہیں ہے، اس لئے بدلین میں سے کسی ایک کا ادھار ہونا درست ہے۔

۲- سونے چاندی کی مقررہ نرخ سے زیادہ یا کم قیمت پر خرید وفروخت درست ہے۔

۳- سونے چاندی کی زیور سازی میں نکلنے والے ذرات کو اجرت بنانا درست ہے، جب کہ مقدار میں ایسی جہالت نہ ہو جو نزاع کا سبب بنے؛ البتہ بہتر یہ ہے کہ الگ سے اجرت متعین کی جائے۔

۴- سونے چاندی کے پرانے زیورات کا نئے زیورات سے کمی بیشی کے ساتھ تبادلہ جائز نہیں ہے، اگر تبادلہ کرنا ہی ہے تو پرانے کو قیمتاً بیچ دے اور پھر اس قیمت سے نیا زیور خرید لے۔

۵- کمیوڈ ٹیز ایکسچینج میں سونے چاندی کی اس طرح خرید وفروخت درست نہیں کہ خریدار کا قبضہ ہی متحقق نہ ہو۔

۶- کمیوڈ ٹیز ایکسچینج میں سونے چاندی کی اس طرح خرید وفروخت کہ صرف کمپیوٹر یا ریکارڈ رجسٹر میں اندراج ہو درست نہیں ہے؛ البتہ اگر خریدار کے لئے اس کی خرید کردہ مقدار الگ کردی جائے اور اس پر عملی قبضہ ہو جائے تو درست ہے۔

۷- کمیوڈ ٹیز ایکسچینج میں سونے چاندی کی اس طرح خرید وفروخت درست نہیں ہے کہ مبیع اور ثمن پر قبضہ ہی نہ ہو اور صرف خریداری اور ادائیگی کے وقت نرخ میں جو کمی بیشی آتی ہے اس کا لین دین کر لیا جائے۔

۸- گراں فروشی کی نیت سے سونے کی ذخیرہ اندوزی احتکار کے دائرہ میں داخل نہیں ہے؛ البتہ اس کو روک کر رکھنے کی صورت میں دوسری ضروری اشیاء کی قیمتیں متاثر ہوتی ہوں تو اس سے بچنا چاہئے۔

۹- اسمگلنگ غیر قانونی عمل ہے، لہٰذا اس راستہ سے سونے کی خرید وفروخت سے بچنا چاہئے، لیکن اس راہ سے کسی نے سونا خرید لیا ہے تو وہ اس کا مالک ہے۔

۱۰- پلاٹینم سونا نہیں ہے، لہٰذا عقود نیز زکاۃ وغیرہ میں اس پر سونے کے احکام جاری نہیں ہوں گے۔

۴- فضائی آلودگی کا مسئلہ:

صحت مند زندگی کے لئے ایک پاکیزہ ماحول کی ضرورت ہے لیکن جدید ٹکنالوجی کی وجہ سے جہاں بہت سے فوائد حاصل ہوئے وہیں بہت سی ایسی چیزیں وجود میں آرہی ہیں جن سے زندگی کو خطرات لاحق ہیں، اس لئے قدرتی اور فطری ماحول کی حفاظت کے لئے درج ذیل تجاویز منظور کی جاتی ہیں:

۱- تمام ضرورتوں میں حتی الامکان کم آلودگی پھیلانے والے ایندھن کا استعمال کیا جائے اور قدرت واستطاعت کے باوجود زیادہ آلودگی پھیلانے والے ایندھن کے استعمال سے گریز کیا جائے۔

۲- گاڑیوں میں ایسے ایندھن کے استعمال کو ترجیح دی جائے جس سے کم سے کم آلودگی پیدا ہوتی ہو، اور اگر اس سلسلہ میں حکومت کی جانب سے ہدایات موجود ہوں تو ان کی پابندی کی جائے۔

۳- روشنی اور دیگر مقاصد کے لئے جن ذرائع کا استعمال کیا جاتا ہے (مثلاً جنریٹر وغیرہ) ان میں بھی کم سے کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھن کا استعمال کیا جائے، اور اگر حکومتی ہدایات اس سلسلہ میں موجود ہوں تو ان کو ملحوظ رکھا جائے۔

۴- جن علاقوں میں شمسی توانائی کا حصول آسان اور مفید ہو وہاں اس کا استعمال مستحسن ہوگا۔

۵- کارخانوں اور فیکٹریوں کی آلودگی پر قابو پانے کے لئے حکومت نے جو قوانین بنائے ہیں ان کی پابندی ضروری ہے؛ البتہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ اس کے لئے مناسب سہولیات فراہم کرے۔

۶- جانور کے ناقابل استعمال اجزاء کے سلسلہ میں ایسی تدابیر اختیار کی جائیں جن سے تعفن اور ماحول میں آلودگی پیدا نہ ہو۔

۷- بلاضرورت پلاسٹک کی تھیلیوں کے استعمال سے احتراز کیا جائے اور اس کے متبادل وسائل کے استعمال کو ترجیح دی جائے۔

۸- تمباکو اور اس سے بنی اشیاء کے استعمال سے احتراز کیا جائے، خاص طور پر عوامی مقامات پر اس کا استعمال نہ کیا جائے۔

۹- عوامی جگہوں پر قضائے حاجت جائز نہیں ہے، اسی طرح حتی الامکان کھلی نالیوں میں فضلات کے بہانے سے احتراز کیا جائے۔

۱۰- عوامی مقامات پر تھوکنا مکروہ اور ناپسندیدہ ہے، اور اگر حکومت کی جانب سے اس سلسلہ میں ہدایات ہوں تو ان پر عمل کرنا چاہیے۔

۱۱- شعاع خارج کرنے والے الکٹرانک آلات (فریج، واشنگ مشین، موبائل، اے سی وغیرہ) کے ضرورت سے زیادہ استعمال سے اجتناب کیا جائے۔

۱۲- اسلام میں شجرکاری کی بڑی اہمیت ہے؛ اس لئے بلاضرورت جنگلات اور ہرے درختوں کو کاٹنے سے احتراز کیا جائے۔

۵- صوتی آلودگی کا مسئلہ:

صوتی آلودگی اس دور کا انتہائی اہم مسئلہ ہے اور اس سلسلہ میں ہونے والی بے اعتدالیاں اسلامی تعلیمات کے منافی ہیں، اس لئے:

۱- پُرشور مشینوں کے سلسلہ میں جو سرکاری ہدایات جاری کی جاتی ہیں ان کی پابندی کی جائے۔

۲- غیرضروری ہارن بجانا یا بہت تیز آواز کا ہارن لگانا درست نہیں، اور اس سلسلہ میں حکومتی ہدایات کی پاسداری لازم ہے۔

۳- DJ وغیرہ پر گانا بجانا شرعاً ناجائز ہے، اس کے علاوہ اس کی آواز انسانی صحت اور ماحول کے لئے بھی سخت نقصاندہ ہے، لہٰذا اس پہلو سے بھی اس کا استعمال درست نہیں۔

۴- جلسوں اور مشاعروں میں ضرورت سے زیادہ لاؤڈ اسپیکر کا استعمال درست نہیں ہے، اور اس سلسلہ کے قوانین کی پابندی کرنی چاہیے۔

✧✧✧